عوام کی اخلاقی تربیت سے متعلق حضرت عمر فاروقؓ کے اقوال و آثار کا تحقیقی مطالعہ

A research study of the sayings and works of Hazrat Umar Farooq (R.A) regarding the moral education of the people

Dr. Muhammad Abubakar Siddique
Research Associate, Islamic Research Index, AIOU Islamabad
Email: muhammad.abubakar@aiou.edu.pk
ORCID: https://orcid.org/0000-0003-3160-5697

Abstract
Ethical values are the foundation of any state which gives distinct identity to its culture, temperament, habits and customs. Where Islam has led the way in other fields, it has also provided detailed instructions on ethics, these are the instructions that distinguish Islamic society from non-Muslim societies. The reign of Hazrat Umar Farooq (RA) is called the best reign in terms of administration, because during this period, the boundaries of the state were greatly expanded, due to which there was contact with new and non-Muslim nations and there was a large-scale interaction of Muslims. Due to this, the morals of Muslims were affected. Hazrat Umar Farooq (RA) was well aware of this problem, so he continued to advise and train the Muslims along with the management of the state. The importance of moral values in running any ideological government cannot be ignored. Hazrat Umar Farooq (RA) also paid special attention to this issue and the steps he took are of importance in today's era. In this article, a research study of the sayings and commands of Hazrat Umar Farooq (RA) is being presented that what he did for the moral training of the people while in his position.

Keywords: Hazrat Umar Farooq (R.A), moral education, sayings of Hazrat Umar Farooq (R.A), moral education in the Islamic history, moral education in the era of Hazrat Umar Farooq (R.A), Caliph Umar Farooq

تمہید:

اخلاقی اقدار حدود کسی بھی ریاست کی بنیاد ہوتی ہیں جو اس کی ثقافت، مزاج، عادات و اطوار کو الگ شناخت دیتی ہیں۔ اسلام نے جہاں دیگر شعبہ جات کے متعلق راہ نمائی کی ہے وہاں اخلاقیات کے متعلق بھی تفصیلی ہدایات فراہم کی ہیں یہی ہدایات ہیں جو اسلامی معاشرے کو غیر مسلم معاشروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور حکومت انتظامی لحاظ سے بہترین دور حکومت کہلاتا ہے کیوں کہ اس دور میں ریاست کی حدود بہت وسیع ہوئیں جس کی وجہ سے نئے نئے سے واسطہ پڑا اور غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں کا بڑے پیمانے پر تعامل ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے اخلاق متاثر ہونے کا خطرہ پیدا ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے کا بخوبی احساس تھا لہذا آپ ریاست کے انتظام و انصرام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مسلسل نصیحت اور تربیت بھی کرتے رہے۔ کسی بھی نظریاتی حکومت

کو چلانے لیے اخلاقی اقدار کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس معاملے کو خصوصی توجہ دی اور جو اقدامات کیے وہ عصر حاضر کے حوالے سے اہمیت کے حامل ہیں۔ اس مضمون میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال اور احکام کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اپنے منصب پر رہتے ہوئے عوام کی اخلاقی تربیت کے لیے کیا منہج اختیار کیا۔

اچھے اخلاق کو اختیار کرنے اور بری خصلتوں سے دور رہنے کے احکام

1۔ لوگوں کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین:

عہد فاروقی میں عمومی ماحول میں جھوٹ کی آمیزش نہیں تھی۔ بازاروں سے لے کر گلی محلے تک جھوٹ کو برا سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بار بار لوگوں کو جھوٹ سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں:

" لَا خَيْرَ فِيمَا دُونَ الصِّدْقِ مِنَ الْحَدِيثِ، مَنْ يَكْذِبْ يَفْجُرْ، وَمَنْ يَفْجُرْ يَهْلِكْ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ حُفِظَ مِنْ ثَلَاثٍ: الطَّمَعُ، وَالْهَوَى، وَالْغَضَبُ "[1]

2۔ غیبت سے بچنے کی تلقین:

غیبت بھی انسانی طبائع کا خاصہ ہے جسے خود کوشش کر کے دبانا پڑتا ہے ورنہ یہی غیبت لوگوں کے درمیان جھگڑا فساد پیدا کر دیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَالَ عُمَرُ: مَا يَمْنَعُكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَخْرِقُ أَعْرَاضَ النَّاسِ لَا تُغَيِّرُوا عَلَيْهِ؟ قَالُوا: نَتَّقِي لِسَانَهُ. قَالَ: «ذَاكَ أَدْنَى أَنْ تَكُونُوا شُهَدَاءَ»[2]

3۔ جوانی میں لغزشوں اور لاپروائی سے دور رہنے کا حکم:

آپ نوجوانوں کے اخلاق کے بارے میں بہت فکر مند رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے کوئی فیصلہ کیا تو کچھ نوجوانوں کی طرف سے نامناسب رد عمل دیکھنے کو ملا۔ آپ نے جو نصیحتیں کیں ان میں یہ بھی فرمایا:

" وَقَدْ يَكُونُ فِي الرَّجُلِ عَشَرَةُ أَخْلَاقٍ، تِسْعَةٌ صَالِحَةٌ، وَوَاحِدَةٌ سَيِّئَةٌ فَيُفْسِدُ التِّسْعَةَ الصَّالِحَةَ الْخُلُقُ السَّيِّئُ، اتَّقِ عَثَرَاتِ الشَّبَابِ "[3]

4۔ غصے اور لالچ کی ممانعت:

غصے اور لالچ کی بری عادتوں سے روکا تاکہ لوگ ان رذائل سے دور رہیں:

" لَا خَيْرَ فِيمَا دُونَ الصِّدْقِ مِنَ الْحَدِيثِ، مَنْ يَكْذِبْ يَفْجُرْ، وَمَنْ يَفْجُرْ يَهْلِكْ، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ حُفِظَ مِنْ ثَلَاثٍ: الطَّمَعُ، وَالْهَوَى، وَالْغَضَبُ "[4]

5۔ستائش باہمی اور ہجو کی ممانعت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجلس میں ایک دوسرے کی ایسی مدح سرائی کو سختی سے ناپسند کرتے تھے جس سے عجب، خود پسندی اور غرور و تکبر پیدا ہوتا ہو۔ چناں چہ متعدد مجالس میں لوگوں کو اس پر تنبیہ کی گئی۔ امام بخاری نے ان الفاظ کی نسبت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے:

«الْمَدْحُ ذَبْحٌ»[5]

یہ روایت بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے:

" عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ، فَأَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: عَقَرْتَ الرَّجُلَ، عَقَرَكَ اللَّهُ "[6]

عہد فاروقی میں مخرب اخلاق عناصر کو بزور بازو روکا گیا۔ چناں چہ جو شعراء غزل گوئی کے عادی تھے انہیں بھی آپ نے تنبیہ کی۔ جو شعراء ہجو کرنے میں معروف تھے انہیں زیادہ سختی کے ساتھ روکا گیا کیوں کہ اس سے عام سنجیدہ ماحول خراب ہوتا ہے اور لوگ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے لگتے ہیں اور پھر رطب و یابس کا ملغوبہ تخلیق ہوتا ہے جس سے لوگوں کی زبانیں آلودہ ہوتی ہیں اور غلط صحیح کا امتیاز ختم ہونے لگتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر پابندی لگائی اور ان میں سے حطیئہ ہجو کرنے میں زیادہ معروف تھے ان کی پے در پے شکایات موصول ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان کی ہجو کوئی زیادہ قابل توجہ نہیں ہے۔ لیکن مدعی کے مطالبے پر لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت سے رائے لی گئی تو فیصلہ ہو کہ حطیئہ ایسے باریک بینی سے ہجو کرتے ہیں کہ دوسرا شخص نہ تو چپ رہ سکتا ہے نہ احتجاج کر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کنویں میں قید کر دیا۔

فتنہ اور اسباب فتنہ کو ختم کرنے کی تلقین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عوام کو اخلاقی پستی سے بچانے کے لیے ہر قسم کے فتنے کا دروازہ بند کیا۔ آپ نے پوری تندہی کے ساتھ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ایسی تمام سرگرمیوں پر پابندی لگائی جس سے فتنے کو سر اٹھانے کا موقع مل سکتا تھا۔ اس معاملے میں آپ بہت باریک بینی سے جائزہ لیا کرتے تھے۔ حتی کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس میں آئے تو انہوں نے سبز جبہ پہنا ہوا تھا۔ سب لوگ انہیں کو دیکھنے لگے تو آپ درہ لے کر حضرت معاویہ کی طرف لپکے۔ حضرت معاویہ نے اللہ کا واسطہ دے کر جان چھڑائی۔ آپ نے ان سے بات نہ

کی جب تک کہ وہ اپنا لباس تبدیل کر کے آپ کی مجلس میں نہیں آئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو ایک اچھے شخص ہیں آپ نے ان کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا بے شک میں نے ان میں بھلائی ہی دیکھی اور ان کے بارے میں بھلائی ہی سنی لیکن اس لباس میں دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو پایا۔[7]

اچھا لباس پہننا کوئی غلط کام نہیں تھا لیکن آپ کو اس بات پر بھی غصہ آ گیا کہ انہوں نے اچھا لباس پہنا اور لوگ ان کے لباس سے متاثر ہو کر انہیں تحسین بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ مال و دولت کی فراوانی سے لے کر بڑے فتنوں تک آپ کسی فتنے میں بھی لوگوں کو مبتلا ہوتے ہوئے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ذیل میں اس کے ثبوت پیش کیے جا رہے ہیں:

1۔ مرد اور عورتوں کے اختلاط سے ممانعت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتنے کے سدباب کے لیے سب سے پہلے حکم دیا کہ مرد و عورت اکٹھے طواف نہ کریں۔ چناں چہ اس پر سختی سے عمل در آمد کرایا تا کہ لوگ اختلاط سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ درج ذیل روایت اس پر شاہد ہے:

" عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: نَهى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ يَطُوفَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ، قَالَ: فَرَأَى رَجُلًا مَعَهُنَّ فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ "[8]

اس کے علاوہ ایک صاحب نے حمام بنا رکھا تھا اور لوگ وہاں آ کر غسل اور صفائی کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ وہاں گئے تو دیکھا کہ مرد و عورت ایک جگہ وضو کر رہے ہیں تو آپ نے حوض والے کو حکم دیا کہ وہ مرد و عورت کے لیے الگ الگ انتظام کرے۔[9]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدامات میں سب سے اہم فیصلہ یہ ہے کہ آپ نے ان تمام مجاہدین کو رخصت لے کر گھر واپس آنے کی اجازت دے دی جنہیں گھر کو چھوڑے چار ماہ ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے عمومی طور پر صحابہ کو حکم دیا کہ وہ ایسے گھروں میں داخل نہ ہوں جہاں کوئی اکیلی عورت ہو اور اس کا شوہر جہاد پر یا کسی اور غرض سے باہر ہو۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ شوہر کی عدم موجودگی میں کسی قسم کے شک و شبہہ یا عدم احتیاط کی صورت نہ پیدا ہو۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ حضرت میرے ماموں زاد جہاد پر گئے ہیں اور انہوں نے میرے ذمے لگایا ہے کہ میں ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کروں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ تم گھر میں داخل نہ ہوا کرو بلکہ دروازے میں کھڑے ہو کر پوچھ لیا کرو کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دو۔[10]

2۔ عورتوں کو زیب و زینت کے اظہار سے ممانعت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو زیب و زینت کے اظہار سے بھی روکا۔ یوں تو آپ رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے ہی عورتوں کے پردے کے معاملے میں سختی سے کام لیتے تھے لیکن آپ کے اپنے عہد خلافت میں آپ وقتاً فوقتاً جہاں ضرورت محسوس کرتے تنبیہ فرماتے۔ چناں چہ ایک مرتبہ عید کے دن عورتوں کے پاس سے گزرے تو خوشبو کو محسوس کیا، فرمایا کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ کس نے یہ خوشبو لگائی ہے تو میں اس کی خبر لیتا اور فرمایا کہ خوشبو صرف اپنے شوہروں کے لیے لگائیں۔[11]

3۔ فتنہ وفساد کی وجہ سے جلاوطن کرنا اور آبادی سے دور بھیجنا:

فتنوں کے سدباب کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدامات میں سے ایک یہ تھا کہ جو شخص فتنہ وفساد کا سبب بن سکتا تھا اسے جلاوطن کر دیا یا شہر سے دور بھیجا یا پھر اسے دوسرے شہر منتقل ہونے کا حکم دے دیا تاکہ لوگ اس کے شر سے بچے رہیں اور معاشرہ اخلاقی کمزوری کا شکار نہ ہو۔

چناں چہ ایک مرتبہ حضرت عمر رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک جگہ عورتوں کی سرگوشی کی آوازیں سنائی دیں۔ جن کا موضوع تھا کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ خوب صورت شخص کون ہے؟ جواب دیا گیا: ابو ذوئیب۔ صبح اسے تلاش کیا گیا تو وہ بنی سلیم کا ایک فرد تھا جو بہت ہی خوب صورت تھا۔ آپ نے فرمایا تم تو واقعی بھیڑیئے ہو! خدا کی قسم میں تمہیں اپنی سرزمین میں نہیں رہنے دوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر مجھے یہاں سے دور کرنا ہی ہے تو آپ مجھے اس علاقے میں بھیج دیں جہاں میرے چچازاد نصر بن حجاج کو بھیجا ہے۔ چناں چہ اسے بصرہ روانہ کر دیا گیا۔[12]

ایسا ہی واقعہ معقل نامی شخص کے بارے میں روایت کیا گیا جس کی بابت خوف تھا کہ عورتیں اس کی طرف مائل ہو رہی ہیں تو اسے بھی شہر سے نکال دیا۔ ابو ذوئیب کا جو قصہ پہلے ذکر کیا گیا اس کے چچازاد نصر بن حجاج کے متعلق بھی اسے قسم کا قصہ منقول ہے۔ اس کے بارے میں کسی عورت کو رات کے وقت شعر پڑھتے ہوئے سنا گیا جس سے معلوم ہوا کہ عورتیں اس کی طرف مائل ہو رہی ہیں چناں چہ اسے بلوایا گیا تو وہ واقعی خوب صورت تھا۔ حضرت عمر فاروق نے حکم دیا کہ اپنے بال منڈوا دو۔ اس نے منڈوا دیے تو وہ پہلے سے زیادہ خوب صورت نظر آنے لگا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ عمامہ رکھ لو۔ اس نے عمامہ رکھ لیا لیکن حسن پھر بھی ماند نہ ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ تم بصرہ چلے جاؤ اور پھر یہاں مت آنا۔ اس شخص کی دربدری کا طویل قصہ حلیۃ الاولیاء میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔[13]

فسق و فجور میں مبتلا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک

فسق و فجور میں مبتلا اور گناہ پیشہ لوگ اخلاقی حدود کی پامالی کا سب سے بڑا ذریعہ بنتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کو بھی گناہ پر جری کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے بھی تعلق رکھا اور ان کے

مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے سزاؤں کا نفاذ کیا۔ قحط کے زمانے میں چوری کرنے والے کے لیے حد کا ساقط کر دینا اس کی واضح مثال ہے۔ روایات کی روشنی میں آپ رضی اللہ عنہ اسلامی تعلیمات کے نفاذ کے سلسلے میں جتنے سخت نظر آتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ آپ جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی نفسیاتی پیچیدگیوں کا بھی بخوبی ادراک رکھتے تھے اور ان کے بشری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے بارے فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس عنوان کے تحت آپ کے یسے معاملات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن میں آپ نے ایسے شخص کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جو سزا کا مستحق تھا لیکن آپ نے اس کی بشری کمزوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اصلاح کی امید پر اچھا برتاؤ کیا۔ ملاحظہ ہو:

1۔ حد شرب پانے والے لوگوں کے ساتھ نرمی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے کہ بنی تمیم کا ایک شخص روتا ہوا فریاد لے کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا تمہیں کیا پریشانی ہے؟ اگر قرض دار ہو تو تمہیں قرض سے آزاد کرایا جائے گا، اگر کوئی خوف ہے تو امن دلایا جائے گا، اگر کسی قوم کی ہمسائیگی سے پریشان ہو تو تمہیں کہیں اور منتقل کر دیں گے، ہاں اگر تم نے کسی کو قتل کیا ہے تو تم سے قصاص لیا جائے گا۔ اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین میرا تعلق بنو تمیم سے ہے، میں نے شراب پی لی جس پر ابو موسی نے مجھے کوڑے مارے، میرا سر مونڈ دیا، میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں پھرایا اور لوگوں میں اعلان کرایا کہ میرے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے، نہ کھائے نہ پیے نہ کلام کرے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یا تو تلوار لے کر ابو موسی کا سر قلم کر دوں، یا آپ کے پاس آجاؤں اور آپ مجھے شام منتقل کر دیں کہ وہاں مجھے کوئی نہیں جانتا، یا پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر میں دشمن سے جا ملوں اور اپنے مرضی سے جو چاہوں کھاؤں پیوں۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رو پڑے اور کہنے لگے کہ تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے حالاں کہ عمر خود بھی کبھی ایسا ہی تھا، میں زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پیا کرتا تھا۔ اور یہ شراب پینا کوئی زنا کے برابر تھوڑا ہی ہے جو اتنی کڑی سزا دی جائے! پھر حضرت ابو موسی کو خط لکھا کہ بنو تمیم کے فلاں شخص نے مجھے یہ یہ باتیں بتائیں۔ خدا کی قسم اگر دوبارہ تم نے ایسا کیا تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں گھماؤں گا۔ لوگوں کو حکم دو کہ وہ اس کے ساتھ پہلا سا برتاؤ کریں اور اس کے ساتھ کھائیں، پئیں، بیٹھیں، اگر یہ توبہ کرے تو اس کی شہادت قبول کی جائے۔ پھر حضرت عمر فاروق نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا اور اسے دو سو درہم دیے۔[14] شعب الایمان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ تمہارا بھائی سیدھے رستے سے ہٹ گیا اور اس سے کوئی لغزش سرزد ہو گئی تو اسے سیدھا راستہ دکھاؤ اور اس کی اصلاح کرو اور اللہ تعالی سے اس کے لیے توبہ کی توفیق مانگو اور اس پر سختی کر کے شیطان کے مددگار نہ بنو۔[15]

2۔ مرتد ہونے والوں کے ساتھ نرمی:

بہت سے لوگ جو لاعلمی یا کم فہمی کی وجہ سے مرتد ہو گئے تھے آپ نے انہیں قتل کی سزا نہیں دی اور انہیں قید کرنے پر اکتفا کیا کیوں کہ آپ کی دانست میں یہ لوگ کم علمی کی وجہ سے ارتداد میں مبتلا ہوئے اور کم علمی کی وجہ سے ارتداد قتل کا سزاوار نہیں۔ چناں چہ آپ نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا اور ان سے گفت وشنید کی گئی۔ انہوں نے دوبارہ اسلام کو قبل کر لیا تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔ متعدد واقعات اس پر شاہد ہیں:

بکر بن وائل کا ایک گروہ اسلام سے کنارہ کش ہو گیا اور شرک کو اختیار کر لیا۔ فتح تستر کے بعد انس بن مالک حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس گروہ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت انس نے عرض کیا کہ وہ لوگ مرتد ہو کر شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں لہٰذا اب ان کے قتل کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ کاش وہ لوگ میرے قبضے میں آجاتے! حضرت انس نے کہا اگر وہ آپ کے قبضے میں آجاتے تو آپ کیا کرتے؟ فرمایا کہ میں انہیں دوبارہ مسلمان ہونے کا موقع دیتا ورنہ انہیں جیل میں قید کر دیتا۔[16]

3۔ گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کی پردہ پوشی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کر لیتا تو آپ حتی الامکان اس کی پردہ پوشی فرماتے کیوں کہ پردہ دری کرنے سے جہاں گناہ کے مرتکب کو مقررہ سزا ملتی ہے اور لوگوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے وہاں اس کے کچھ مفاسد بھی ہیں جن میں سے ایک یہ کہ لوگ اس گناہ پر جری ہو جاتے ہیں، جب بار بار اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو لوگ اس واقعے کو معمولی سمجھنے لگتے ہیں۔ ان مفاسد کے پیش نظر آپ کی کوشش ہوتی تھی کہ گناہ گار کی پردہ پوشی کی جائے۔

چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کی بیٹی اس کے پہلے خاوند کے بیٹے کے ساتھ زنا کے الزام میں پکڑی گئی دونوں کو سزا دی گئی۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے تاکہ معاملہ رفع دفع ہو جائے لیکن مرد نے انکار کر دیا۔[17] ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میری بیٹی کے نکاح کا پیغام آیا ہے لیکن اس سے غلطی سرزد ہو گئی تھی، آپ مشورہ دیں۔ آپ نے پوچھا تم نے اس میں کیا دیکھا؟ اس نے کہا بھلائی ہی دیکھی۔ فرمایا کہ پھر نکاح کر دو اور انہیں یہ بات نہ بتانا۔[18]

4۔ اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خون کی معافی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ بھی طریقہ تھا کہ جو شخص اخلاقی جرم کا مرتکب ہوتا تھا اسے سرعام سزا دیتے تھے اور لوگوں کے سامنے اس کے ساتھ ذلت آمیز رویہ اختیار کیا جاتا تاکہ لوگ ان کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

یہ صورت حال تب پیش آتی تھی جب کوئی شخص اخلاقی حدود کی سر عام بے حرمتی کرتا، یا گناہوں پر جری ہو جاتا، یا اس کے عمل کی وجہ سے لوگوں کو اخلاقی حدود کی بے حرمتی کا خیال پیدا ہوتا۔ ایسی صورت میں سب کے سامنے اسے سزا دی جاتی۔ ایسی صورت حال میں حضرت عمر کے بے شمار ایسے فیصلے ہیں جن میں گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو متاثرہ شخص نے پیٹا لیکن حضرت عمر نے اس سے باز پرس نہیں کی۔ چناں چہ مصنف عبد الرزاق میں "باب الرجل یجدہ عند امرأتہ رجلا" ایسی بے شمار مثالوں کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متاثرہ شخص کے رد عمل پر کوئی نوٹس نہیں لیا۔[19] اس قسم کے واقعات حضرت عمر سے اتنی کثیر تعداد میں مروی ہے کہ ان سے عموماً یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ آپ ایسے شخص کو مہدور الدم سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے بہت سے اصحاب حدیث نے اس کی تردید کہ ہے اور کہا ہے کہ آپ اس وقت معاف کیا کرتے تھے جب کہ اس کے پاس چار گواہ موجود ہوں۔[20]

حدود کا نفاذ اور مجرموں کی سزائیں:

مجرموں کے ساتھ حسن سلوک ان کی بشری کمزوریوں کی بنا پر کیا جاتا تھا تاکہ وہ برائی کا راستہ چھوڑ دیں۔ لیکن جو شخص عادی ہو چکا ہو یا گناہ کر کے اس پر فخر کرتا ہو یا اس کی وجہ سے لوگ اس گناہ کو چھوٹا سمجھنے لگیں تو ایسے لوگوں کے ساتھ رعایت نہیں کی جاتی تھی بلکہ مجمع عام میں انہیں سزا دی جاتی البتہ جرم کی نوعیت دیکھ کر سزا مقرر کی جاتی تھی۔

1۔ شراب پینے والوں کی سزا:

اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو سزائیں دی گئیں تاکہ لوگ ان جرائم سے دور رہیں۔ حد شرب کی سزا چالیس سے بڑھا کر اسی کوڑے کر دی گئی۔ حد شرب پانے والوں میں دیگر لوگوں کے ساتھ قدامہ بن مظعون جو حضرت عمر کے برادر نسبتی اور عبد الرحمن جو آپ کے بیٹے تھے، شامل ہیں[21] جنہیں بغیر کسی تعلق واسطے کا لحاظ کرتے ہوئے سزا دی گئی۔

بعض علاقوں میں حد لگنے سے قبل سر مونڈنے کا بھی رواج تھا چناں چہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے کوڑے لگنے سے قبل اپنے بھائی کا سر خود مونڈا تھا۔ البتہ انہوں نے وضاحت کی ہے کہ سر مونڈنے کی کاروائی مجمع عام میں نہیں ہوتی تھی بلکہ اس سے قبل چار دیواری میں کیا جاتا تھا۔[22]

حضرت عمر سے بعض واقعات ایسے بھی منقول ہیں کہ شراب پینے کی وجہ سے جلاوطن بھی کیا گیا جیسے ایک بوڑھے شخص کو رمضان میں شراب پیتے ہوئے پکڑا گیا تو آپ نے بڑے افسوس کا اظہار کیا کہ نوجوان تو روزے سے ہیں اور یہ بوڑھا نشے میں مست ہے۔ چناں چہ اس شخص کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔[23] مصنف عبد الرزاق میں ہی دوسرا

قصہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا مذکور ہے۔ اس میں ہے کہ اسے خیبر کی طرف جلاوطن کیا گیا تو وہ ہرقل سے جاملا اور نصرانی ہو گیا۔ جس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ کسی کو جلاوطن نہیں کریں گے۔[24]

2۔ قتل، زنا اور چوری کا ارتکاب کرنے والوں کی سزا:

آپ کے زمانے میں قتل کرنے والے، زنا کرنے والے چوری کرنے والوں کو بھی سزا دی گئی۔ صنعاء میں ایک شخص کو کئی لوگوں نے مل کر قتل کیا تو آپ نے سب کو قتل کرا دیا اور یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ اگر سارے اہل صنعاء مل کر کسی بے گناہ کو قتل کرتے تو میں سب کے سب کو قتل کر دیتا۔[25] ان کے علاوہ زنا کرنے والوں اور چوروں کو بھی قانون کے مطابق سزا دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سزاؤں کے نفاذ کے معاملے میں کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ سختی اس وقت تک تھی جب تک کہ کوئی معقول عذر نہ ہو۔ چناں چہ قحط کے زمانے میں چوری کرنے والے کو سزا نہیں دی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ سختی حدود کے اندر رہ کر تھی۔ چناں چہ ایک بار مسجد میں کوڑے لگائے جا رہے تھے آپ نے دیکھا تو ساٹھ کو ہی اسی کے قائم مقام قرار دیا۔ اس کے علاوہ آپ کوڑے کو بھی چیک کیا کرتے تھے اگر اس میں سختی یا زیادہ شدت ہوتی تو اسے تبدیل کرتے تھے۔[26]

نتیجہ بحث:

مندرجہ بالا بحث و تفتیش سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی حدود کے نفاذ کے لیے عہد فاروقی میں جو اقدامات کیے گئے وہ ہمہ جہت ہیں اور بنیاد سے انتہاء کی طرف سفر کرتے ہیں۔ لوگوں کو پہلے اخلاقیات کا درس دیا گیا۔ پھر اخلاقی حدود کو نقصان پہنچانے والے اسباب کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد بھی جو لوگ باز نہیں آئے ان میں جو بشری کم زوریوں کے باعث غلط کام کر بیٹھے ان کی سزا میں تخفیف کی گئی یا پھر سزا پوری دے کر ان کی عزت یا سوشل اسٹیٹس کو بحال رکھا گیا اور جو لوگ جان بوجھ کر اور اپنی جرأت کی وجہ سے غلط کام کے مرتکب ہوئے انہیں قاعدے قانون کے مطابق پوری پوری سزا دی گئی۔ ان چار مراحل کو ایک ساتھ اختیار کر کے معاشرے کو اخلاقی حدود کا پابند بنایا گیا۔ ان چار مراحل کو مکمل منصوبہ بندی کہا جا سکتا ہے جس کے نتیجے میں یہ معاشرہ اخلاقی معیار کے لحاظ سے دنیا بھر میں اپنی پہچان آپ تھا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک مکمل منصوبہ بند پالیسی بنائی جائے تاکہ اسلامی معاشرہ پھر سے اپنی اسلامی اخلاقی شناخت کو بحال کر سکے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ۔ ابن ابی الدنیا، عبد اللہ بن محمد، الصمت وآداب اللسان، دار الکتاب العربی، بیروت، 1410ھ، باب ذم الکذب، 244/1، رقم 496

[2] ۔ ابن ابی شیبۃ، ابو بکر، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1409ھ، کتاب الادب، باب ما قالوا فی النھی و الوقیعۃ فی الرجل ولغیبۃ، 230/5، رقم 25536

[3] ۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ہمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب المناسک، باب الوبر والظبی، 407/4، رقم 8240

[4] ۔ ابن ابی الدنیا، عبد اللہ بن محمد، الصمت وآداب اللسان، دار الکتاب العربی، بیروت، 1410ھ، باب ذم الکذب، 244/1، رقم 496

[5] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1989ء، باب ماجاء فی التمادح، 123/1، رقم 336

[6] ۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1989ء، باب ماجاء فی التمادح، 123/1، رقم 335

[7] ۔ ابن سعد، محمد بن سعد البغدادی، الجزء المتمم لطبقات ابن سعد (الطبقۃ الرابعۃ من الصحابۃ)، مکتبۃ الصدیق، الطائف، السعودیۃ، 1416ھ، باب معاویۃ، 113/1، رقم 36

[8] ۔ فاکھی، محمد بن اسحاق، اخبار مکۃ، دار خضر، بیروت، 1404ھ، ذکر اول من فرق بین الرجال والنساء، 252/1، رقم 484

[9] ۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ہمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب الطھارۃ، باب وضوء الرجال ولنساء جمیعا، 75/1، رقم 246

[10] ۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ہمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب الطلاق، باب دخول الرجل علی امراۃ رجل غائب، 137/7، رقم 12541

[11] ۔ ابن ابی شیبۃ، ابو بکر، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1409ھ، کتاب الادب، باب من کرہ للمراۃ الطیب اذا خرجت، 304/5، رقم 26336

[12] ۔ البلاذری، احمد بن یحیٰ، دار الفکر، بیروت 1996ء، باب عمر ابن الخطاب، 335/10

[13] ۔ ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1409ھ، باب سعید ابن جبیر، 322/4

[14] ۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 2003ء، کتاب الشھادات، باب شھادۃ اہل الاشربۃ، 10/361-362، رقم 20948

[15] ۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، شعب الایمان، مکتبۃ الرشد، ریاض، 2003ء، باب تحریم اعراض الناس، 62/9، رقم 6263

[16] ۔ ابن ابی شیبۃ، ابو بکر، المصنف، مکتبۃ الرشد، الریاض، 1409ھ، کتاب السیر، باب ما قالوا فی الرجل یسلم ثم یرتد، 438/6، رقم 32737

[17]۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ھمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب الطلاق، باب الرجل یزنی بامرأۃ ثم یتزوجھا، 7/203، رقم 12793

[18]۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ھمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب النکاح، باب ما رد من النکاح، 6/246، رقم 10689

[19]۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ھمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، کتاب العقول، باب الرجل یجد عند امرأتہ رجلاً، 9/433

[20]۔ ایضاً 9/433-434

[21]۔ ابن شبہ، عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ، 3/841

[22]۔ ابن شبہ، عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1417ھ، 3/841

[23]۔ عبد الرزاق، ابو بکر ابن ھمام الصنعانی، المصنف، المکتب الاسلامی، بیروت 1403ھ، باب من شرب الخمر فی رمضان، 7/382 رقم 13557

[24]۔ ایضاً

[25]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الدیات، باب اذا اصاب قوم من رجل، 9/8، رقم 6896

[26]۔ عبد السلام، بن محسن آل عیسی، دراسۃ نقدیۃ في المرویات الواردۃ ، عمادۃ البحث العلمی، جامعۃ الاسلامیہ، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، 2002ء، 2/954